بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

رجسٹرڈ نمبر

روزنامہ الفضل ربوہ

پیر، جمعہ

ایڈیٹر مسعود احمد دہلوی

The Daily ALFAZL RABWAH

قیمت فی پرچہ ۳۰ پیسے

جلد ۶۴/۲۹ | ۱۸ جمادی الاول ۱۳۹۵ھ ۳۰ ہجرت ۱۳۵۴ہش ۳۰ مئی ۱۹۷۵ء | نمبر ۱۲۰

اخبارِ احمدیہ

ربوہ ۳۰ ہجرت - سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق محترم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کی مرسلہ آج صبح کی اطلاع یہ ہے کہ:-

حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے سے بہتر ہے الحمد للہ

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام کے ساتھ دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور کو صحت و عافیت کے ساتھ تا دیر سلامت رکھے۔ آمین

ربوہ ۳۰ ہجرت - حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی نے آج صبح دریافت کرنے پر فرمایا :- تاحال طبیعت علیل ہے۔

احباب جماعت دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ ممدوحہ مدظلہا کو اپنے فضل سے کامل شفا عطا فرمائے اور آپ کی عمر میں بہت برکت بخشے۔ آمین

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ اور قیام و استحکام پاکستان

اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ ؏ ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

(محترم مولوی دوست محمد صاحب شاہد)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ملتِ اسلامیہ کا بے مثال فدائی

سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود (رضی اللہ عنہ و نور اللہ مرقدہٗ) عہدِ حاضر میں ملتِ اسلامیہ کے ایک بے مثال فدائی تھے، جن کے دردمند دل میں مسلمانانِ عالم بالخصوص برِصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی محبت اور جذبۂ ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جو ہر ملکی، سیاسی اور قومی تغیّر پر ایک چشمۂ رواں کی صورت میں پھوٹ کر باہر آجاتا تھا۔

ہندی مسلمانوں کے ملی اور اجتماعی جسم کی ہر تکلیف، ہر دُکھ اور ہر درد آپ کو اشکبار کر دیتا تھا اور آپ بے قرار ہو کر قومِ مسلم کے لئے حضرتِ احدیت کے حضور نہایت سوز، گداز اور الحاح کے ساتھ دعائیں کرتے اور اپنی سجدہ گاہ کو آنسوؤں سے تر کر دیتے تھے اور پھر اس کی دی ہوئی توفیق سے مسلمانوں کے جائز مطالبات کو منوانے اور قانونی حقوق دلوانے کی خاطر، میدانِ عمل میں آجاتے اور اس پاک مقصد کی تکمیل کے لئے اپنی پوری ذاتی اور جماعتی قوت وقف کر دیتے تھے۔

نہرو رپورٹ اور اس پر تبصرہ

مئی ۱۹۲۸ء میں کانگرس نے ہندوستان کا دستور بنانے کے سلسلہ میں بمبئی میں ایک آل پارٹیز کانفرنس بلائی جس میں اس کام کو سرانجام دینے کے لئے ایک کمیٹی ترتیب دی گئی۔ موجودہ وزیر اعظم بھارت اندرا گاندھی کے دادا پنڈت موتی لال نہرو اس کے کرتا دھرتا تھے۔ دس ارکان میں سے صرف دو مسلمان تھے یعنی سر علی امام صاحب اور شعیب ہاشمی صاحب۔ ان میں سے مکرم سر علی امام صاحب تو صرف ایک اجلاس میں شامل ہوئے اور پھر عملاً بے تعلق ہو گئے۔ جناب شعیب قریشی صاحب شامل تو ہوئے لیکن رپورٹ پر دستخط نہ کئے۔ یہ رپورٹ اگر منظور ہو جاتی تو مسلمانوں کے حق میں اس کے نہایت سنگین نتائج ظاہر ہوتے۔ چنانچہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے مسلمانانِ ہند کو صورتِ حال سے متنبہ کرنے کے لئے اس رپورٹ پر ایک نہایت مدلل اور مبسوط تبصرہ فرمایا جو "نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے مصالح" کے عنوان کے تحت اخبار الفضل (قادیان) کی سات اشاعتوں میں قسط وار شائع ہوا جو بعد میں کتابی صورت میں "مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ" کے نام سے شائع کیا گیا اور فوری طور پر اس کا انگریزی ترجمہ طبع کروا کے انگلستان کی پارلیمنٹ کے تمام ممبروں کو بھجوایا گیا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے مسلمانانِ ہند سے یہ اپیل فرمائی کہ وہ ہر جگہ جلسے منعقد کر کے اس رپورٹ کے خلاف احتجاج کریں اور اسے ردّ کرنے کا مطالبہ کریں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جس کے نتیجے میں ہندوؤں کے چوٹی کے سیاسی لیڈر گاندھی جی کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ:-

"ہم یہ کبھی فراموش نہیں کر سکتے کہ نہرو رپورٹ کو ردّی کے کاغذ کے برابر بھی وقعت نہیں دی گئی۔"

(اخبار "سیاست" لاہور - ۳۱ اگست ۱۹۲۹ء)

ہندو اور انگریز کے خوفناک عزائم اور آپ کی نصیحت

اسی طرح حضرت امام جماعت احمدیہ نے ۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ پر تبصرہ لکھ کر ہندو کی اس سازش کو ناکام بنا دیا کہ مسلمان آئندہ نظامِ حکومت میں ان کے غلام بن کے رہیں۔

چنانچہ حضور نے مسلمان صحافیوں، مسلمان مفکروں اور مسلمان سیاست دانوں اور راہنماؤں کو ہندو اور انگریز کے خوفناک عزائم سے خبردار کرتے ہوئے واضح لفظوں میں فرمایا:-

"چونکہ اس ملک میں نیابتی حکومت کی بنیاد ڈال دی گئی ہے اس لئے انگریز بھی روز بروز ہندوؤں کی طرف جھک رہے ہیں۔ ان کے اندر وہی مقولہ تغیّر پیدا کر رہا ہے کہ ؏:-

یارِ غالب شو کہ تا غالب شوی

اور ابھی تو ابتدا ہے۔ جس وقت ہندوستان کو کامل نیابتی حکومت مل گئی اور اسمبلی پر ہندوؤں کا قبضہ ہو گیا اُس وقت تو انگریزوں کا سب سے بڑا مقصد یہ ہو گا کہ ہندوؤں کی خوشی اور رضا کو حاصل کریں۔ آئرلینڈ میں اپنے ہم وطنوں اور ہم مذہبوں کے مقابلہ میں اگر جنوبی آئرلینڈ والوں کی بات کو انگریزوں نے تسلیم کر لیا تھا تو ہندوستانی مسلمانوں کا ساتھ خلافِ مصالحِ ملکی کے وہ کب دینے لگے۔ پس مسلمانوں کو آج ہی ہوشیار ہو جانا چاہئے اور اپنے حقوق محفوظ کر لینے چاہئیں ورنہ جو کچھ وہ آج چھوڑیں گے کل اُنہیں کسی صورت میں نہیں مل سکے گا اور ان کے لئے دو ہی دروازے کھلے ہوں گے یا اپنے مذہب کو خیرباد کہہ کر ہندوؤں سے جا ملنا اور یا پھر آہستہ آہستہ اپنی قوم کو تباہ اور برباد ہونے

پبلشر: مسعود احمد ٭ پرنٹر: سید عبد الحی ٭ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقام اشاعت:- دفتر الفضل دار الرحمت غربی - ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیا۔ کیا ان دونوں طریقوں میں سے کسی کو بھی مسلمان پسند کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو میں آج انہیں یہ کہہ کر اپنی ذمہ داری سے فارغ ہوتا ہوں کہ اپنے حقوق لینے کا یہی وقت ہے۔ اس وقت آپ نے غلطی کی تو پھر آپ کا ٹھکانا کہیں نہ ہوگا۔ پس جلد بازی سے آزاد حکومت کی لالچ میں اپنی موجودہ آزادی کو بھی نہ کھو ڈالیں اور ایک دوسرے سپین کا نظارہ پیدا نہ کریں کہ ہمارے رونے کے لئے پہلا سپین ہی کافی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہندوستان کی آزادی کے لئے کوشش نہ کرو۔ اب جبکہ انگلستان نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ ہندوستان کو نیابتی حکومت کا حق ہے۔ اس کے لئے جو جائز کوشش کی جائے میں اس میں اپنے دوسرے بھائیوں کے شریک ہوں۔ مگر جو چیز مجھ پر گراں ہے اور میرے دل کو بٹھائے دیتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت کئے بغیر آئندہ طریق حکومت پر راضی ہو جائیں اس کے نتائج نہایت تلخ اور نہایت خطرناک نکلیں گے اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ جب تک کہ دونوں مسلم لیگز کی پیش کردہ تجاویز کو قبول نہ کر لیا جائے اس وقت تک وہ کسی صورت میں بھی سمجھوتے پر راضی نہ ہوں ورنہ جو خطرناک صورت پیدا ہوگی اس کا تصور کر کے بھی دل کانپتا ہے۔" ("مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ" صفحہ ۳۵-۳۶ بار سوم از حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ امام جماعتِ احمدیہ قادیان)

نہرو رپورٹ کا حقیقت افروز تجزیہ

اس سلسلہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نہرو رپورٹ کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا:-

"نہرو رپورٹ کی رُو سے مرکزی حکومت صوبہ جات کی حدود کو تبدیل کر سکتی ہے۔ بیشک آج مسلمان پنجاب اور بنگال میں اکثریت حاصل کر لیں، حقوق بھی لے لیں، لیکن پنجاب اور بنگال چونکہ اصل مالک نہ ہوں گے، بلکہ گماشتے ہوں گے، اس لئے کل کو اگر مرکزی حکومت یہ فیصلہ کر دے کہ آسام کو بنگال کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس کے راستے میں کوئی روک نہیں۔ یا اوڑیا علاقے بہار سے نکال کر بنگال کے ساتھ ملا دیں اس بہانہ سے کہ اڑیا قوم چھوٹی ہے اس کا الگ صوبہ نہیں بنایا جا سکتا اس لئے ان سب کو بنگال میں جمع کر دو تو مسلمانوں کا کوئی بس نہیں چل سکے گا اور اس ایک تغیر سے جو بظاہر بالکل غیر فرقہ دارانہ معلوم ہوگا۔ بنگال کے مسلمانوں کی اکثریت اقلیت میں بدل جائے گی اور وہی حقوق جو مسلمانوں نے اپنے لئے حاصل کئے ہوں گے ہندوؤں کے قبضہ میں چلے جائیں گے۔ اسی طرح اگر پنجاب میں مرکزی حکومت تبدیلی کر دے۔ یوپی ایک بہت بڑا صوبہ ہے۔ پنجاب سے اس کی آبادی قریباً دُگنی ہے۔ اسی طرح پنجاب کے تین اضلاع راولپنڈی، اٹک، میانوالی افغان طرزِ رہائش سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں بہ نسبت پنجاب کے اور ڈیرہ غازیخاں بلوچیوں سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اگر آئندہ زمانہ میں مرکزی حکومت یہ فیصلہ کر دے کہ افغانوں سے زیادہ مشابہت رکھنے والے پنجابی اضلاع کو صوبہ سرحدی سے ملا دیا جائے اور ڈیرہ غازیخاں کو بلوچستان سے تو بتاؤ کہ پنجاب میں مسلمانوں کی اکثریت کا کیا باقی رہ جائے گا؟ اور پھر اگر وہ میرٹھ اور مظفر نگر کے علاقوں کو پنجاب سے ملا دیں یا انبالہ اور دہلی کے علاقہ کو یو۔پی سے کاٹ کر پنجاب میں ملا دیں تو کیا مسلمانوں کی اکثریت اقلیت میں نہ بدل جائے گی اور ان دو بڑے اسلامی صوبوں میں اسلامی اکثریت کے مٹ جانے سے جس آزاد ترقی کے مسلمان خواہاں ہیں کیا اس کا کوئی بھی امکان باقی رہ جائے گا؟" ("مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ" از حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ امام جماعت احمدیہ صفحہ ۵۹ بار سوم)

مسلم مطالبات کی ضرورت پر روشنی

قراردادِ پاکستان اگرچہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو پاس کی گئی مگر مسلمانانِ ہند پاکستان کا عملی مطالبہ دراصل ۱۹۲۸ء سے کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے اس مطالبہ کی ضرورت و افادیت پر جس بصیرت افروز رنگ میں روشنی ڈالی وہ آپ کی ذہانت و فراست کا ایک دائمی شاہکار ہے۔ چنانچہ حضور نے نہرو رپورٹ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:-

"موجودہ صورتِ حالات یہ ہے کہ مسلمانوں نے چاہا تھا پنجاب، بنگال، سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان آزاد اور خود مختار اسلامی صوبے ہوں۔ نہرو رپورٹ سندھ کو ایک نیم آزاد حکومت دینا چاہتی ہے، بنگال کی اسلامی اکثریت کو ہندو اکثریت میں تبدیل کرنے کا اشارہ کرتی ہے اور اپنے پیش کردہ اصول کے مطابق اسے ناقابلِ رد مطالبہ قرار دیتی ہے۔ پنجاب کے متعلق ایک ایسی ہی تحریک شروع ہو گئی ہے جس کا روکنا مسلمانوں کے اختیار میں نہیں ہے۔ پس نہرو رپورٹ کے نتیجہ میں ایک نیم آزاد سندھ، ایک ہندو بنگال، ایک ہندو پنجاب مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔ باقی رہے صوبہ سرحدی اور بلوچستان سو بلوچستان کا معاملہ مشکوک ہے۔ اگر وہ آزاد بھی کر دیا جائے تو دو چھوٹے چھوٹے صوبے مسلمانوں کے قبضہ میں رہ گئے جو زیادہ سے زیادہ ایک عبرتناک ہجرت کے لئے راستہ کا کام دے سکتے ہیں۔"

نئے اسلامی صوبوں کے قیام کے مطالبہ کی پُرزور تائید

مسلمانانِ ہند کا اُن دنوں ایک اہم مطالبہ یہ تھا کہ تین نئے اسلامی صوبے قائم کئے جائیں۔ اس طرح کہ صوبہ سرحد اور بلوچستان کو وہی حقوق دیئے جائیں جو دوسرے صوبوں کو حاصل ہیں اور سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر کے ایک مکمل خود مختار صوبہ بنا دیا جائے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس مطالبہ کی پُرزور تائید کی اور اس کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:-

"اس امر کی ضرورت کو تمام دنیا تسلیم کر چکی ہے کہ جن اقوام کے مذہب اور تمدن میں اختلاف ہو، انہیں آزاد نشوونما کا موقع ضرور ملنا چاہیئے ورنہ فساد اور فتنہ کا دروازہ وسیع ہو جاتا ہے اور صلح اور امن حاصل نہیں ہوتا۔ یورپ میں جہاں جہاں زبان اور تمدن کا اختلاف ہے ان علاقوں کو الگ علاقہ کی صورت میں نشوونما پانے کا موقع دیا جاتا ہے۔ زیکوسلیویکیا کا واقعہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ اس میں روتھینیا کو الگ اور اندرونی طور پر آزاد حکومت عطا کی گئی ہے۔ ریاستہائے متحدہ کی ریاستوں کا قیام بھی اسی اصل پر ہے کہ چونکہ وہ الگ الگ پہلے سے قائم تھیں اور ہر اک کا ایک خاص طریق تمدن قائم ہو چکا تھا اور مذہب کا بھی اختلاف تھا اسلئے ریاستوں کو توڑ کر ایک حکومت قائم کرنے کی بجائے انہیں علیحدہ ہی رہنے دیا گیا۔ پس یہ مطالبہ بالکل عقل کے مطابق ہے اور اس کی ضرورت مسلمانوں کو یہ ہے کہ اپنے مخصوص تمدن اور اپنی روایات کو قائم رکھ سکیں اور ان کی قومی رُوح تباہ نہ ہو جائے۔ جو ضرورت ہندوستان کو انگریزی اثر سے آزاد ہونے کی ہے وہی ضرورت مسلمانوں کو ان کی کثرت رکھنے والے صوبوں میں ایک حد تک آزاد رہنے میں ہے۔ اگر یہ ضرورت غیر حقیقی ہے تو پھر ہندوستان کی آزادی کی ضرورت بھی غیر حقیقی ہے۔" ("مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ" صفحہ ۶۸-۶۹ بار سوم از حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ امام جماعت احمدیہ قادیان مطبوعہ ۱۵ دسمبر ۱۹۲۸ء)

برطانوی حکومت کو زبردست انتباہ

حضرت مصلح موعودؓ نے جہاں مسلمانانِ ہند اور ان کے قومی اور سیاسی لیڈروں کی کامیاب رہنمائی فرمائی وہاں برطانوی حکومت پر بھی زور دیا کہ وہ ملک چھوڑنے

سے قبل مسلمانوں کے معقول مطالبات کو تسلیم کرلیں اور انہیں اپنے بعد ہندوؤں کے رحم وکرم پر چھوڑ کر جانے کی غلطی نہ کریں ورنہ ہم اس کے خلاف پوری مزاحمت کریں گے۔

چنانچہ حضور نے ۱۹۳۱ء میں "تحفہ لارڈ اِرون" تصنیف فرمائی جس میں لارڈ اِرون کے توسط سے برطانوی دارالامراء (HOUSE OF LORDS) اور دارالعوام (HOUSE OF COMMONS) تک یہ آواز پہنچائی کہ:-

"برطانیہ سے دانستہ یا نادانستہ مسلمانوں کو اس ملک میں سخت نقصان پہنچا ہے۔ مسلمانوں کی حکومت انگریزی حکومت کے قیام سے طبعاً تباہ ہوگئی ہے۔ اسلامی ریاستیں جیسے کرناٹک، بنگال، اودھ، میسور، جھجر اور سندھ وغیرہ ہیں، انگریزی حکومت کے قیام سے مٹ گئی ہیں بلکہ مسلمانوں کا تمدن اور ان کی قومیت بھی تباہ ہوگئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انگریزوں کے ہندوستان میں طاقت پکڑنے سے پہلے اسلامی مرکزیت کمزور ہو گئی تھی اور جنوب میں مرہٹے سر اٹھا رہے تھے اور پنجاب میں سکھ لیکن مرہٹوں کو احمد شاہ ابدالی کچل چکا تھا اور سکھ تھوڑا عرصہ اپنی شان دکھا کر خانہ جنگی میں مصروف ہو گئے تھے میسور اور حیدرآباد نئی امنگوں کے ساتھ اُٹھ رہے تھے اور غالب گمان تھا کہ اگر انگلستان کا قدم درمیان میں نہ آتا تو چند سال میں ایک نئی زبردست اسلامی حکومت اسی ہندوستان میں قائم ہو جاتی۔ جس طرح مغلوں سے بارہا ہو چکی تھی۔ پس انگلستان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب انگلستان ہندوستان کو آزادی دیتا ہے تو وہ ہندوؤں کو اُس حالت سے سینکڑوں گنا قوی چھوڑ کر جاتا ہے جس حالت میں کہ اُس نے انہیں پایا تھا۔ کیا ان حالات کو دیکھتے ہوئے یہ امر بعید از عقل ہوگا اگر مسلمانوں کے دل انگلستان کی محبت سے اس قدر لبریز نہ ہوں جس قدر کہ وہ ان سے امید کرتا ہے۔ لیکن اگر باوجود ان واقعات کے مسلمان حکومت کے ساتھ تعاون کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ایسا کرنے پر آمادہ ہیں تو کیا یہ مسلمانوں کے وسعتِ حوصلہ کی علامت نہیں اور کیا انگلستان کا بھی اس وقت جبکہ وہ ہندوستان کی عنانِ حکومت ہندوستان کے سپرد کرنے لگا ہے یہ فرض نہیں کہ وہ دیکھے کہ اس تغیر کے نتیجہ میں مسلمان اَور بھی تباہ نہ ہو جائیں؟ بلکہ انہیں علمی تمدنی اور مذہبی ترقی کرنے کا موقعہ حاصل رہے اور یقیناً مسلمانوں کے مطالبات میں اس سے زیادہ کوئی خواہش نہیں کی گئی۔"

"اگر انگلستان ایسا نہیں کرے گا تو مسلمانوں کو ہمیشہ انگریزوں سے یہ جائز شکایت رہے گی کہ انہوں نے ہندوستان میں آکر یا اپنا فائدہ کیا یا ہندوؤں کا۔ مسلمانوں کا فائدہ کرنا تو درکنار اُن کی طاقت کو اُس نے توڑ کر ہمیشہ کے لئے انہیں نکما کر دیا...... پس مَیں اور تمام جماعت احمدیہ بلکہ ہر ایک مسلمان آپ سے امید کرتا ہے کہ آپ انگلستان پہنچ کر اپنے دوستوں کو خصوصاً اور عام انگلستان کی پبلک کو عموماً اسلامی نقطۂ نگاہ سے واقف کریں گے اور اس خطرناک غلطی میں مبتلا ہونے سے انگلستان کو محفوظ رکھیں گے جس میں اس کے مبتلا ہو جانے کے زبردست احتمالات پیدا ہو رہے ہیں۔"

"مَیں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ دوسروں کو تباہ کر کے اپنی قوم کو ترقی دیں۔ اگر کبھی بھی خدانخواستہ مسلمان ہندوؤں یا کسی اَور قوم کے حقوق کے تلف کرنے پر آمادہ ہو جائے تو مَیں اور میری جماعت سب سے پہلے انہیں اس فعل سے باز رکھنے کی کوشش کریں گے اور کسی مخالفت یا نقصان کی پرواہ نہیں کریں گے لیکن احمدی جماعت اس امر کو بھی کبھی برداشت نہیں کرے گی کہ مسلمانوں کو دوسری قوموں کے رحم پر چھوڑ دیا جائے اور ان کی حکومت تباہ کرنے کے بعد اُن کی اجتماعی حیثیت کو بھی برباد کر دیا جائے اور ایک دوسری قوم کو اُن کے سروں پر بٹھا دیا جائے اور اسلام کو آزادانہ طور پر پُرامن طریق سے ترقی کرنے کے ذرائع سے محروم کر دیا جائے۔"

آخر میں آپ نے پورے جلال و تمکنت کے ساتھ خبردار کیا کہ:-

"احمدی جماعت نے ہندوستان سے باہر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ موت سے نہیں ڈرتی اور جو قربانی ہم نے ہندوستان سے باہر کی ہے وہی قربانی ہم ہندوستان کے اندر بھی کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

(تحفہ لارڈ اِرون صفحہ ۸-۱۰)

جماعت احمدیہ کو کانگرسی شورشوں سے الگ رہنے کی ہدایت

آل انڈیا نیشنل کانگرس کے ہندو لیڈروں کی ہمیشہ یہ پالیسی رہی کہ وہ سول نافرمانی اور قانون شکنی کی دہشت انگیز تحریکوں سے انگریزوں کو ایسے مرحلہ پر ملک سے نکال باہر کریں جبکہ مسلمان لامرکزیت اور انتشار کا شکار ہوں اور پورے ملک کی باگ ڈور ملک کی ہندو اکثریت کے ہاتھ میں آجائے۔

حضرت مصلح موعودؓ چونکہ اس طریقِ عمل کو مسلم مفادات کے سخت خلاف اور ان کی قومی زندگی کی تباہی کے مترادف سمجھتے تھے اس لئے آپ نے ہمیشہ ہی اپنی جماعت کو شورش پسندوں سے الگ رکھا اور فرزندانِ اسلام (احمدیوں) کو یہ قطعی ہدایت دی کہ:-

"ہر جگہ اور ہر علاقہ کی جماعتیں قانون شکنی کا مقابلہ کریں اور اس طرح گورنمنٹ کو امن قائم کرنے میں مدد دیں مگر اس کے ساتھ ہی صاف طور پر کھول کر کہہ دیں کہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہمارا ملک غلام رہے ہم اپنے اور مسلمانوں کے حقوق کا مطالبہ کرتے رہیں گے اور انہیں حاصل کریں گے۔"

(الفضل ۹ رمئی ۱۹۳۰ء ص۱۲)

کانگریس تحریک کی علی الاعلان مخالفت کرنا ۳۰ کروڑ ہندوؤں کی متحدہ طاقت سے ٹکر لینے کے مترادف تھا مگر حضور نے اس کی قطعاً پرواہ نہ کرتے ہوئے یہ اعلانِ حق فرمایا:-

"اس تحریک سے مسلمانوں کا صریح نقصان ہو رہا ہے اور اگر اسی طرح ہوتا رہا تو وہ دن دُور نہیں جب ان کی وہی حالت ہوگی جو سپین میں ہوئی...... یاد رکھو ہر وہ پتھر جو خدا تعالیٰ کی بات منوانے اور مسلمانوں کی ہمدردی کرنے کی وجہ سے پڑتا ہے وہ پتھر نہیں پھول ہے۔ ایسے پتھر مبارکبادی کے پھول ہیں جو خدا تعالیٰ پھینکتا ہے اسلئے ان سے ڈرنا نہیں بلکہ خوش ہونا چاہیئے کہ ان کے ذریعہ خدا تعالیٰ اپنے بندے کو عزت دیتا ہے...... ہم جو کچھ کرتے ہیں محض مسلمانوں کے فائدہ کے لئے کرتے ہیں۔ اگر وہ آج اس بات کو نہیں سمجھتے تو آئندہ نسلیں یقیناً یہ کہنے پر مجبور ہوں گی کہ ایسے نازک موقعہ پر احمدیوں نے ان کی حفاظت کی پوری پوری کوشش کی۔"

(الفضل ۵ رجون ۱۹۳۰ء ص۱۰)

۱۹۴۵ء میں ملکی الیکشن کا فیصلہ اور قائد اعظم

مندرجہ بالا ہدایت کے پیشِ نظر جماعت احمدیہ اپنے محبوب امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی زیرِ قیادت مسلمانانِ ہند کے حقوق کی آئینی و دستوری جنگ میں پوری سرفروشی سے سرگرمِ عمل تھی کہ ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ویول نے برطانوی وزیراعظم مسٹر چرچل اور کابینہ کے دوسرے ارکان سے مشورہ کے بعد جون ۱۹۴۵ء میں انتقالِ اقتدار کا ایک نیا فارمولا مسلم لیگ اور کانگرس کے سامنے رکھا۔ قائد اعظم محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح کانگرسی لیڈر قراردادِ لاہور (۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء) کے مطابق مسلمانوں کے حق خود ارادیت کی ضمانت دیں اور ملک میں ایک عارضی قومی حکومت قائم ہو جائے مگر کانگرسی لیڈر اس پر آمادہ نہ ہوئے اور بالآخر لارڈ ویول نے ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کو ملک میں نئے انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا جس پر قائد اعظم محمد علی جناح نے مسلمانانِ ہند کے نام پیغام دیا کہ:-

"ہمارے پیشِ نظر اہم مسئلہ آئندہ انتخابات کا ہے۔ موجودہ حالات میں انتخابات کو خاص اہمیت حاصل ہے...... ہم رائے دہندگان کی رائے اس امر کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ پاکستان چاہتے ہیں یا ہندو راج کے ماتحت رہنا چاہتے ہیں۔"

(اخبار انقلاب لاہور ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص۱)

قیامِ پاکستان کی پُرزور تائید

Digitized by Khilafat Library
Rabwah

Digitized by Khilafat Library
Rabwah

اس موقعہ پر حضرت امام جماعت احمدیہ نے مُلک بھر کے احمدیوں کے نام ایک مفصل پیغام میں ارشاد فرمایا:-

"آئندہ الیکشنوں میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہئیے تا انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلاخوفِ تردید کانگرس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے۔ اگر ہم اور دوسری مسلمان جماعتیں ایسا نہ کرینگی تو مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہو جائے گی اور ہندوستان کے آئندہ نظام میں ان کی آواز بے اثر ثابت ہوگی اور ایسا سیاسی اور اقتصادی دھکا مسلمانوں کو لگے گا کہ اور چالیس پچاس سال تک ان کا سنبھلنا مشکل ہو جائے گا اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی عقلمند آدمی اس حالت کی ذمہ داری اپنے پر لینے کو تیار ہو۔"

(الفضل ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۱)

جماعت احمدیہ کا والہانہ لبیک کہنا

جماعت احمدیہ نے اس ارشاد کی تعمیل میں کس طرح ۱۹۴۵ء کے مرکزی اور ۱۹۴۶ء کے صوبائی انتخاب میں مسلم لیگ کے نمائندوں کی تائید کی اور اس کے مردوں اور عورتوں نے اپنوں اور بیگانوں کی شدید مخالفت اور زہریلے پراپیگنڈہ کے باوجود تحریک پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالے وہ تاریخ پاکستان کا ایک کھلا ورق ہے جس کی کسی قدر تفصیل الفضل کے ایک گزشتہ شمارہ میں دی جا چکی ہے۔ (ملاحظہ ہو الفضل ۲۱ اپریل ۱۹۷۵ء)

اخبار "ریاست" کے جواب میں حضرت امام جماعت احمدیہ کا پُرشوکت خطاب

"ہم پاکستان کی تائید کریں گے خواہ ہم کو تختہ دار پر لٹکا دیا جائے"

مئی ۱۹۴۷ء میں اخبار "ریاست" دہلی کے ایڈیٹر سردار دیوان سنگھ مفتون نے اپنے ایک ادارتی نوٹ میں احمدیوں کی پاکستان نواز پالیسی پر تنقید کی جس کا ملخص یہ تھا کہ احمدی پاکستان کی تائید کر رہے ہیں مگر جب پاکستان قائم ہو گیا تو اس کے ساتھ دوسرے مسلمان وہی سلوک روا رکھیں گے جو کابل میں افغان حکومت کی طرف سے روا رکھا گیا تھا۔ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جب اخبار "ریاست" کے شذرہ کی اطلاع پہنچی تو حضور نے ۱۶ مئی ۱۹۴۷ء کو نماز مغرب کے بعد مسجد مبارک قادیان میں ایک پُرشوکت تقریر فرمائی جس میں مطالبہ پاکستان کی معقولیت و ضرورت کو مختلف نقطہ ہائے نگاہ سے بڑی شرح و بسط سے واضح کیا اور اعلان فرمایا کہ مسلمان مظلوم ہیں اور ہم تو بہر حال مظلوموں کا ساتھ دیں گے خواہ ہمیں تختہ دار پر ہی لٹکا دیا جائے .... فرمایا:-

"آج مجھے ایک عزیز نے بتایا کہ دلی کے ایک اخبار نے لکھا ہے کہ احمدی اس وقت تو پاکستان کی حمایت کرتے ہیں مگر ان کو وہ وقت بھول گیا ہے جبکہ ان کے ساتھ دوسرے مسلمانوں نے بُرے سلوک کئے تھے۔ جب پاکستان بن جائے گا تو ان کے ساتھ مسلمان پھر وہی سلوک کریں گے جو کابل میں ان کے ساتھ ہوا تھا اور اس وقت احمدی کہیں گے کہ ہمیں ہندوستان میں شامل کر لو۔

کہنے والے کی اس بات کو کئی پہلوؤں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کا ایک پہلو تو یہی ہے کہ جب پاکستان بن جائے گا تو ہمارے ساتھ مسلمانوں کی طرف سے وہی سلوک ہوگا جو آج سے کچھ عرصہ پیشتر افغانستان میں ہوا تھا۔ اور فرض کرو ایسا ہی ہو جائے پاکستان بھی بن جائے اور ہمارے ساتھ وہی سلوک روا بھی رکھا جائے لیکن سوال تو یہ ہے کہ ایک دیندار جماعت جس کی بنیاد ہی مذہب، اخلاق اور انصاف پر ہے کیا وہ اس کے متعلق اس نقطہ نگاہ سے فیصلہ کرے گی کہ میرا اس میں فائدہ ہے یا وہ اس نقطہ نگاہ سے فیصلہ کرے گی کہ اس امر میں دوسرے کا حق کیا ہے؟ یقیناً وہ ایسے معاملہ میں مؤخر الذکر نقطہ نگاہ سے ہی فیصلہ کرے گی۔ مثلاً ایک مجسٹریٹ ایسے علاقہ میں عدالت کی کرسی پر بیٹھا ہے جس میں اس کے بعض قریبی رشتہ دار بھی رہتے ہیں اور اس کے ان رشتہ داروں کے دوسرے لوگوں کے ساتھ تنازعات بھی ہیں۔ اس کے سامنے ایک ایسا مقدمہ پیش ہوتا ہے جس میں اس کے رشتہ داروں کا ایک دشمن مدعی ہے۔ اگر اس کے پاس روپیہ ہو تو وہ اس کے رشتہ داروں کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر یہ مجسٹریٹ اسی مدعی کے حق میں فیصلہ کر دے تو اس مدعی کے پاس روپیہ آجاتا ہے اور پھر وہ اس مجسٹریٹ کے رشتہ داروں کو دق کر سکتا ہے تو کیا ایک دیانتدار مجسٹریٹ اس ڈر سے کہ کل کو یہ روپیہ ہمارے خلاف استعمال کرے گا اس حقدار مدعی کے خلاف فیصلہ کر دے گا؟ اگر وہ ایسا کرے گا تو یہ اس کی صریح ناانصافی ہوگی اور اگر وہ حق پر قائم رہتے ہوئے شہادات کو دیکھتے ہوئے اور مواد مسل کی روشنی میں مدعی کے حق میں فیصلہ دیتا ہے تو کیا کوئی دیانتدار دنیا میں ایسا بھی ہو سکتا ہے جو اس کے فیصلہ پر یہ کہے کہ اس نے فیصلہ ٹھیک نہیں کیا اور اپنے اور اپنے رشتہ داروں پر ظلم کیا ہے۔ کوئی شریف اور دیانتدار مجسٹریٹ یہ نہیں کر سکتا کہ وہ کسی مقدمہ کا حصہ اپنے آئندہ فوائد پر رکھے اور کوئی دیانتدار مجسٹریٹ ایسا نہیں ہو سکتا جو مواد مسل کو نظر انداز کرتے ہوئے آنکھیں بند کر کے فیصلہ دیدے بلکہ ایمانداری اور دیانتداری متقاضی ہے اس بات کی کہ وہ حق اور انصاف اور غیر جنبہ داری سے کام لے کر مقدمہ کا فیصلہ سُنائے۔ وہ یہ نہ دیکھے کہ جس شخص کے حق میں میں ڈگری دے رہا ہوں یہ طاقت پکڑ کر کل کو میرے ہی خاندان کے خلاف اپنی طاقت استعمال کرے گا پس انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ وہ عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر نظر انداز کر دے اس بات کو کہ میں کس کے خلاف اور کس کے حق میں فیصلہ دے رہا ہوں۔ وہ نظر انداز کر دے اس بات کو کہ جس روپیہ کے متعلق ڈگری دے رہا ہوں وہ روپیہ کل کو کہاں خرچ ہوگا اور وہ بھول جائے اس بات کو کہ فریقین مقدمہ کون ہیں کیونکہ انصاف اور ایمانداری اسی کا نام ہے۔ پس قطع نظر اس کے کہ مسلم لیگ والے پاکستان بننے کے بعد ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے، وہ ہمارے ساتھ وہی کابل والا سلوک کریں گے یا اس سے بھی بدتر معاملہ کریں گے، اس وقت سوال یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے جھگڑے میں حق پر کون ہے اور ناحق پر کون؟ آخر یہ بات آج کی تو ہے نہیں یہ تو ایک لمبا اور پُرانا جھگڑا ہے جو بیسیوں سال سے اُنکے درمیان چلا آتا ہے۔ ہم نے بار بار ہندوؤں کو توجہ دلائی کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کو تلف کر رہے ہیں یہ امر ٹھیک نہیں ہے۔ ہم نے بار بار ہندوؤں کو متنبہ کیا کہ مسلمانوں کے حقوق کو اس طرح نظر انداز کر دینا بعید از انصاف ہے اور ہم نے بار بار ہندو لیڈروں کو آگاہ کیا کہ یہ حق تلفی اور یہ ناانصافی آخر رنگ لائے گی مگر افسوس کہ ہمارے توجہ دلانے، ہمارے انتباہ اور ہمارے ان کو آگاہ کرنے کا نتیجہ کبھی کچھ نہ نکلا۔ ہندو سختی سے اپنے اس عمل پر قائم رہے۔ اُنہوں نے اکثریت کے گھمنڈ میں مسلمانوں کے حقوق کا گلا گھونٹا۔ انہوں نے حکومت کے غرور میں اقلیت کی گردنوں پر چھری چلائی اور اُنہوں نے تعصب اور ہندووانہ ذہنیت سے کام لیتے ہوئے ہمیشہ مسلمانوں کے جذبات کا خون کیا اور ہندو لیڈروں کو بار بار توجہ دلانے کے باوجود نتیجہ ہمیشہ صفر ہی رہا۔ ایک مسلمان جب کسی ملازمت کے لئے درخواست دیتا تو چاہے وہ کتنا ہی لائق کیوں نہ ہوتا اس کی درخواست پر اس لئے غور نہ کیا جاتا کہ وہ مسلمان ہے اور اس کے مقابلہ میں ہندو چاہے کتنا ہی نالائق ہوتا اُسکو ملازمت میں لے لیا جاتا۔ اسی طرح گورنمنٹ کے تمام ٹھیکے مسلمانوں کی لیاقت، قابلیت اور اہلیت کو نظر انداز کرتے ہوئے ہندوؤں کو دیدیئے جاتے۔ تجارتی کاموں میں جہاں حکومت کا دخل ہوتا ہندوؤں کو ترجیح دی جاتی سوائے قادیان کے کہ یہاں بھی ہم نے کافی کوشش کر کے اپنا یہ حق حاصل کیا ہے باقی تمام جگہوں میں مسلمانوں کے حقوق کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کے دلوں میں ہندوؤں کے خلاف ان کی فرقہ دارانہ ذہنیت کی وجہ سے نفرت پیدا ہوتی رہی اور آخر یہ حالت پہنچ گئی جو آج سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ صورتِ حالات کس نے پیدا کی۔ جس نے یہ صورتِ حالات پیدا کی وہی موجودہ حالات کا ذمہ دار بھی ہے۔ یہ سب کچھ ہندوؤں کے اپنے ہی ہاتھوں کا کیا ہوا ہے اور

Digitized by Khilafat Library
Rabwah

یہ فسادات کا تناور درخت وہی ہے جس کا بیج ہندوؤں نے بویا تھا اور اسے آج تک پانی دیتے رہے۔"

"پھر تیسرا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ اگر ہم ان تمام حالات کی موجودگی میں جو اوپر ذکر ہو چکے ہیں انصاف کی طرفداری کریں گے تو کیا خدا تعالیٰ ہمارے اس فعل کو نہ جانتا ہوگا کہ ہم نے انصاف سے کام لیا ہے۔ جب وہ جانتا ہوگا تو وہ خود انصاف پر قائم ہونے والوں کی پشت پناہ ہوگا۔"

"میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا ہمارا وہ خدا جس نے اس سے پیشتر ہر موقعہ پر ہم پر ظلم کرنے والوں کو سزائیں دیں کیا نعوذ باللہ اب وہ مر چکا ہے؟ وہ ہمارا خدا اب بھی زندہ ہے اور اپنی ساری طاقتوں کے ساتھ اب بھی موجود ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ اگر ہم انصاف کا پہلو اختیار کریں گے اور اس کے باوجود ہم پر ظلم کیا جائے گا تو وہ ظالموں کا وہی حشر کریگا جو اماں اللہ کا ہوا تھا۔ اگر ہم پہلے خدا پر یقین رکھتے تھے تو کیا اب چھوڑ دیں گے؟ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین ہے۔ وہ انصاف کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے اور ظالموں کو سزا دیتا ہے وہ اب بھی اسی طرح کرے گا جس طرح اس سے پیشتر وہ ہر موقعہ پر ہماری نصرت اور اعانت فرماتا رہا۔ اس کی پکڑ، اس کی گرفت اور اس کی بطش اب بھی شدید ہے جس طرح کہ پہلے شدید تھی۔ کیا اب ہم نعوذ باللہ یہ سمجھ لیں گے کہ ہمارے انصاف پر قائم ہو جانے سے وہ ہمارا ساتھ چھوڑ دے گا، ہرگز نہیں۔ یہ احمدیت کا پودا کوئی معمولی پودا نہیں۔ یہ اس نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے اور وہ خود اس کی حفاظت کرے گا اور مخالف حالات کے باوجود کریگا۔ دشمن پہلے بھی ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے مگر یہ پودا انکی حسرت بھری نگاہوں کے سامنے بڑھتا رہا۔ تاریکی کے فرزندوں نے پہلے بھی حق کو دبانے کی کوشش کی مگر حق ہمیشہ ہی ابھرتا رہا اور اب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی طرح ہوگا۔ یہ چراغ وہ نہیں جسے دشمن کی پھونکیں بجھا سکیں۔ یہ درخت وہ نہیں جسے عداوت کی آندھیاں اکھاڑ سکیں۔ مخالف ہوائیں چلیں گی، طوفان آئینگے مخالفت کا سمندر ٹھاٹھیں مارے گا اور لہریں اچھالے گا مگر یہ جہاز جس کا ناخدا خود خدا ہے پار لگ کر ہی رہے گا۔" (الفضل ۲۱ رمئی ۱۹۴۷ء ص ۱ تا ۲)

استحکام پاکستان کا جہاد اور حضرت مصلح موعودؓ

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے قیام پاکستان کی آئینی و دستوری جنگ میں ہی حصہ نہیں لیا بلکہ آپ استحکام پاکستان کے جہاد میں بھی زندگی کے آخری سانس تک سرگرم عمل رہے۔ اس حقیقت کے ثبوت میں حضور کی بے شمار تقاریر و خطبات میں سے صرف چار اقتباسات درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے:-

ہم نے عدل و انصاف پر مبنی پاکستان کو اسلامک یونین کی پہلی سیڑھی بنانا ہے

۱۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جماعت احمدیہ پاکستان کے پہلے سالانہ جلسہ منعقدہ لاہور میں ۲۸ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو فرمایا:-

"پاکستان کا مسلمانوں کو مل جانا اس لحاظ سے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سانس لینے کا موقعہ میسر آگیا ہے اور وہ آزادی کے ساتھ ترقی کی دوڑ میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اب ان کے سامنے ترقی کے اتنے غیر محدود ذرائع ہیں کہ اگر وہ ان کو اختیار کریں تو دنیا کی کوئی قوم انکے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی اور پاکستان کا مستقبل نہایت ہی شاندار ہو سکتا ہے۔ مگر پھر بھی پاکستان ایک چھوٹی چیز ہے۔ ہمیں اپنا قدم اس سے آگے بڑھانا چاہئیے اور پاکستان کو اسلامستان کی بنیاد بنانا چاہئیے۔ بے شک پاکستان بھی ایک اہم چیز ہے، بے شک عرب بھی ایک اہم چیز ہے، بے شک حجاز بھی ایک اہم چیز ہے، بے شک مصر بھی ایک اہم چیز ہے، بے شک ایران بھی ایک اہم چیز ہے مگر پاکستان اور عرب اور حجاز اور دوسرے اسلامی ممالک کی ترقیات صرف پہلا قدم ہیں اصل چیز دنیا میں اسلامستان کا قیام ہے۔ ہم نے پھر سارے مسلمانوں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرنا ہے، ہم نے پھر اسلام کا جھنڈا دنیا کے تمام ممالک میں لہرانا ہے، ہم نے پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عزت اور آبرو کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا ہے۔ ہمیں پاکستان کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے، ہمیں مصر کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے، ہمیں عرب کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے، ہمیں ایران کے جھنڈے بلند ہونے پر بھی خوشی ہوتی ہے مگر ہمیں حقیقی خوشی تب ہوگی جب سارے ملک آپس میں اتحاد کرتے ہوئے اسلامستان کی بنیاد رکھیں۔ ہم نے اسلام کو اس کی پرانی شوکت پر پھر قائم کرنا ہے، ہم نے خدا تعالیٰ کی حکومت دنیا میں قائم کرنی ہے، ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دنیا میں قائم کرنی ہے، ہم نے عدل و انصاف کو دنیا میں قائم کرنا ہے، ہم نے عدل و انصاف پر مبنی پاکستان کو اسلامک یونین کی پہلی سیڑھی بنانا ہے۔ یہی اسلامستان ہے جو دنیا میں حقیقی امن قائم کرے گا اور ہر ایک کو اس کا حق دلائے گا۔ جہاں روس اور امریکہ فیل ہوا صرف مکہ اور مدینہ ہی انشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ یہ چیزیں اس وقت ایک پاگل کی بڑ معلوم ہوتی ہیں مگر دنیا میں بہت سے لوگ جو عظیم الشان تغیر کرتے رہے ہیں وہ پاگل ہی کہلاتے رہے ہیں اگر مجھے بھی لوگ پاگل کہدیں تو میرے لئے اس میں شرم کی کوئی بات نہیں۔ میرے دل میں ایک آگ ہے، ایک جلن ہے ایک تپش ہے جو مجھے آٹھوں پہر بے قرار رکھتی ہے۔ میں مسلمانوں کو ان کی ذلت کے مقام سے اٹھا کر عزت کے مقام پر پہنچانا چاہتا ہوں۔ میں پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانا چاہتا ہوں۔ میں پھر قرآن کریم کی حکومت دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ بات میری زندگی میں ہوگی یا میرے بعد لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ میں اسلام کی بلند ترین عمارت میں اپنے ہاتھ سے ایک اینٹ لگانا چاہتا ہوں یا اتنی اینٹیں لگانا چاہتا ہوں جتنی اینٹیں لگانے کی خدا مجھے توفیق دیدے۔ میں اس عظیم الشان عمارت کو مکمل کرنا چاہتا ہوں یا اس عمارت کو اتنا اونچا لے جانا چاہتا ہوں جتنا اونچا لیجانے کی اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دیدے اور میرے جسم کا ہر ذرہ اور میری روح کی ہر طاقت اس کام میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خرچ ہوگی اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی میرے اس ارادہ میں حائل نہیں ہوگی۔

میں جماعت کے دوستوں سے بھی کہتا ہوں کہ وہ اپنے نقطۂ نگاہ کو بدلیں وہ زمانہ گیا جب ایک غیر قوم ان پر حکمران تھی اور وہ محکوم سمجھے جاتے تھے میں تو اس زمانہ میں بھی اپنے آپ کو غلام نہیں سمجھتا تھا لیکن چونکہ ایک غیر قوم ہم پر حکمران تھی کبھی کبھی خواہش پیدا ہوتی کہ ہندوستان کو چھوڑیں اور کسی اسلامی ملک میں جا کر رہنا شروع کر دیں مگر اب اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم دور کسی اسلامی ملک مثلاً عرب یا حجاز میں جاتے اس نے ہمیں وہ ملک دیدیا جو عملی طور پر کہلاتا خدا کا ہے، کہلاتا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ ہمارے لئے بہت بڑی خوشی کا مقام ہے کہ چاہے اس نے ایک چھوٹی چیز دیدی مگر اپنی تو دیدی۔

یہاں کوئی میری مانے یا نہ مانے، سنے یا نہ سنے، جب میں یہ کہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کہتے ہیں تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے ساتھ کیا تعلق ہے کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ایک حکومت قائم ہو گئی ہے۔ بس اس تصور سے میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ میں ان غموں کو بھول جاتا ہوں جو ہندوستان میں ہمیں پیش آئے اسلئے کہ میرا مکان گو میرے ہاتھ سے جاتا رہا مگر میرے آقا کو ایک مکان مل گیا۔ یہ درست ہے کہ چالیس لاکھ مسلمانوں کے مکان ان کے ہاتھ سے جاتے رہے، وہ گھروں سے بے گھر ہو گئے، وہ جائیدادوں سے بے دخل ہو گئے، مگر ایک جگہ ایسی ضرور پیدا ہو گئی ہے جس کے متعلق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ میری جگہ ہے اور یہ خوشی ہماری اپنی جائیدادوں کے کھوئے جانے سے بہت زیادہ ہے۔" (روزنامہ الفضل ربوہ "جمہوریہ نمبر" ۲۳ر مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۳)

یاد رکھو شیر کی دو گھنٹہ کی زندگی گیدڑ کی دو سو سال کی زندگی سے بہتر ہوتی ہے

۲۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۸ر مارچ ۱۹۴۸ء کو تھیوسافیکل ہال کراچی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"پاکستان کے ہر مسلمان مرد اور عورت کو سمجھ لینا چاہئیے کہ اس نے یا تو عزت اور فتح کی زندگی بسر کرنی ہے یا عزت اور فخر کی موت اس نے مرنا ہے۔ یہی ایک راستہ ہے جس پر ہر شریف انسان کو چلنا چاہئیے۔ سلطان فتح علی ٹیپو[1] ایک مسلمان بادشاہ تھا جسے انگریزوں نے بہت بدنام کیا اور اس کے نام پر انہوں نے اپنے کتوں کا نام ٹیپو رکھا۔ یہ آخری مسلمان بادشاہ تھا جس میں اسلامی غیرت پائی جاتی تھی۔ حیدرآباد

۱۔ سہو کتابت سے یہاں حیدرالدین لکھا گیا تھا اصل نام سلطان فتح علی ٹیپو ہی تھا۔

.....نے ہر دفعہ میسور کی اس حکومت کو تباہ کرنے کے لئے انگریزوں کا ساتھ دیا تھا جب بنگلور پر انگریزوں نے آخری حملہ کیا تو سلطان فتح علی قلعہ کی ایک جانب فصیل کے پاس اپنی فوجوں کو لڑائی کے لئے تربیت دے رہا تھا کہ ایک جرنیل اس کے پاس بھاگا بھاگا آیا اور اس نے کہا بادشاہ سلامت! اس وقت کہیں بھاگ جائیے کسی غدار نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا ہے اور انگریزی فوج قلعہ کے اندر داخل ہو کر مارچ کرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی آرہی ہے۔ ابھی کچھ رستے خالی ہیں آپ آسانی سے ان رستوں کے ذریعہ بھاگ سکتے ہیں۔ فتح علی نے نہایت حقارت کے ساتھ اس کی طرف دیکھا اور کہا تم کہتے ہو میں بھاگ جاؤں یاد رکھو شیر کی دو گھنٹہ کی زندگی گیدڑ کی دو سو سال کی زندگی سے بہتر ہوتی ہے۔ یہ کہا اور تلوار اپنے ہاتھ میں لی اور سپاہیوں کے ساتھ مل کر انگریزوں سے لڑتا ہوا مارا گیا اور اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ تو جرأت اور بہادری ایسی چیز ہے جو دنیا میں انسان کا نام عزت کے ساتھ قائم رکھتی ہے۔ تاریخوں میں کبھی تم نے بزدلوں کے قصے بھی پڑھے ہیں کہ فلاں نے جنگ کے موقع پر اس اس طرح بزدلی دکھائی۔ کبھی تم نے بھگوڑوں کے قصے بھی پڑھے ہیں جن کو تاریخ نے یاد رکھا ہو۔ کبھی تم نے کام چوروں کے قصے بھی پڑھے ہیں۔ تاریخ میں جن لوگوں کو یاد رکھا جاتا ہے وہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو قوم کے لئے قربانیاں کرتے اور اپنی جانوں اور مالوں کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ قربانیاں کرنیوالے مرد بھی ہوتے ہیں عورتیں بھی ہوتی ہیں اور بچے بھی ہوتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں بھی ان قربانیوں کی مثالیں پائی جاتی ہیں اور یورپین تاریخ میں بھی ان قربانیوں کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ اور تو اور بعض نابالغ بچوں نے ایسی قربانیاں کی ہیں جن کی مثال بڑے بڑے بہادروں میں بھی نہیں ملتی۔ پس اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ۝ کے الفاظ گو ایک رنگ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتے ہیں مگر ایک رنگ میں آج پاکستان کے ہر فرد کے سامنے یہ الفاظ رہنے چاہئیں اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ خدا نے آپ لوگوں کو ایک آزاد حکومت دیدی ہے جس میں اسلامی طریقوں پر عمل کرنے کا آپ لوگوں کے لئے موقع ہے۔ اب اس دوسرے حصہ کو پورا کرنا مسلمانوں کا کام ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ: وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کریں، عبادتیں بجالائیں اور اپنی زندگی کو اسلامی زندگی بنائیں۔ اسکے ساتھ ہی وہ اپنے ملک اور اپنی قوم اور اپنے مذہب کی عزت بچانے کیلئے ہر قربانی کرنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ اگر مسلمان ان پر عمل کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان سے وعدہ کرتا ہے کہ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ وہ دشمن جو آج انہیں کچلنا چاہتا ہے خود کچلا جائے گا، وہ دشمن جو انہیں تباہ کرنا چاہتا ہے خود تباہ ہو جائے گا صرف اس احسان کے بدلے جو اللہ تعالیٰ نے اُن پر کیا ہے کہ اُس نے انہیں کوثر بخشا اللہ تعالیٰ اُن سے دو باتیں چاہتا ہے ایک یہ کہ وہ اپنا دین درست کرلیں اور عبادت اور دعاؤں اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو جائیں اور دوسرے یہ کہ وہ اپنے دین اور مذہب کے لئے ہر قسم کی قربانیاں پیش کریں۔ جب وہ ایسا کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ یہ مت خیال کرو کہ تم کمزور ہو۔ اگر اس جذبہ اور نظریہ اور ایمان سے تم کھڑے ہو گئے تو خدا بے غیرت نہیں، خدا بے وفا نہیں، وہ چھوڑیگا نہیں جب تک وہ اس زبردست دشمن کو جو تم پر حملہ کر رہا ہے تباہ اور برباد نہ کردے۔

یہ ایک چھوٹی سی سورۃ ہے مگر قومی فرائض اور ذمہ داریوں کی وہ تفصیل جو اس سورۃ میں بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ سے امداد حاصل کرنے کے وہ ذرائع جو اس سورۃ میں بیان کئے گئے ہیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ سورۃ آج ہر پاکستانی کے سامنے رہنی چاہیئے۔ خصوصاً ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اس سورۃ کے مضامین پر غور کرے اور اس کے مطابق اپنی عملی زندگی بنائے کیونکہ جماعت احمدیہ نے ایک نیا عہد خدا تعالیٰ سے باندھا ہے اور نئے عہد پرانے عہدوں سے زیادہ راسخ ہوتے ہیں۔ انہوں نے دنیا کے سامنے اعلان کیا ہے کہ ہم اسلام کی خدمت کریں گے اور ہم اپنی جانوں اور مالوں کو قربان کرکے اسلام کا جھنڈا دنیا کے کونے کونے میں گاڑ دینگے۔"

(قیام پاکستان اور ہماری ذمہ داریاں صفحہ ۵۲ تا ۵۵)

پاکستان کا مستقبل محض اسلام کو اپنی عملی زندگی میں داخل کرنے کے ساتھ وابستہ ہے

حضرت مصلح موعودؓ نے ۴ر جولائی ۱۹۴۸ء کو ٹاؤن ہال کوئٹہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"پاکستان کا مستقبل محض اسلام کو اپنی عملی زندگی میں داخل کرنے کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اس بناء پر کیا تھا کہ ہماری تہذیب الگ ہے اور ہندو تہذیب الگ۔ جب مسلمانوں نے یہ مطالبہ کیا اس وقت پنڈت جواہر لال صاحب نہرو نے ایک مضمون لکھا تھا کہ بتاؤ تمہاری کونسی تہذیب ہے جو ہندوستانی تہذیب سے الگ ہے؟ ہم اُس وقت کہہ سکتے تھے کہ یہ چیز عمل سے تعلق رکھتی ہے عمل کا موقع آئے گا تو ہم تمہیں بتائیں گے کہ ہماری تہذیب کونسی ہے مگر اب جبکہ ہمیں اس تہذیب کو قائم کرنے کا موقع مل گیا ہے پنڈت نہرو اور اُن کے ساتھی اگر ہم سے یہ سوال کریں کہ وہ کونسی تہذیب ہے جس کے لئے تم نے پاکستان مانگا تھا، تو یقیناً وہ اپنے اس مطالبہ میں حق بجانب ہوں گے۔

یہ ظاہر ہے کہ جس تہذیب کے بچانے کا ہم دعویٰ کر رہے تھے وہ ایرانی نہیں تھی، نہ وہ پٹھانی، بلوچی، سندھی، پنجابی یا بنگالی تہذیب تھی۔ کیونکہ نہ ہم سارے ایرانی تھے، نہ ہم سارے پٹھان تھے، نہ ہم سارے بلوچی تھے، نہ ہم سارے سندھی تھے نہ ہم سارے پنجابی تھے اور نہ ہم سارے بنگالی تھے۔ پھر وہ کیا چیز تھی جس کے لئے ہم سب لڑ رہے تھے؟ یقیناً اسلام ہی ایک ایسی چیز ہے جو ہم سب میں مشترکہ طور پر پائی جاتی ہے اور اسلامی تہذیب ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے قیام کا ہم میں سے ہر شخص خواہشمند تھا۔ اس تہذیب کے قیام کے لئے ہم نے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا۔ اب جبکہ علیحدگی ہو چکی ہے سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے وہ غرض پوری کرلی ہے جس کے لئے ہم نے علیحدگی طلب کی تھی؟ اگر ہم نے اس غرض کو پورا نہیں کیا تو دنیا کہے گی کہ تم نے غلط دعویٰ کیا تھا۔ درحقیقت تم اپنی ذاتی حکومت چاہتے تھے مگر ناواقف لوگوں میں جوش پیدا کرنے کے لئے تم نے اسلامی تہذیب کے نام سے شور مچا دیا۔ مختصر لفظوں میں میں یوں سمجھتا ہوں کہ ہماری لڑائی اس لئے نہیں تھی کہ ہم اپنے لئے گھر مانگتے تھے بلکہ ہماری لڑائی اس لئے تھی کہ اس ملک میں ہمارے آقا اور سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی گھر نہیں تھا۔ ہم ایک زمین چاہتے تھے جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین کہا جاسکے ہم ایک ملک چاہتے تھے جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ملک کہا جاسکے۔ ہم ایک حکومت چاہتے تھے جسے محمد رسول اللہؐ کی حکومت کہا جاسکے اور یہی اصل محرک پاکستان کے مطالبہ کا تھا۔ پس انفرادی اور قومی زندگی میں اسلام کو داخل کرنا ہمارا سب سے پہلا اور اہم فرض ہے۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو یقیناً ہم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں سمجھے جاسکتے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بات بھی کبھی نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے کہ ہم نے ساری دنیا میں اسلام کو قائم کرنا ہے اور ساری دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا بلند کرنا ہے۔ پس پاکستان اس منزل کے حصول کے لئے یقیناً ایک قدم تو ہے مگر بہرحال وہ ایک اینٹ ہے اُس عمارت کی جو ہم نے ساری دنیا میں قائم کرنی ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس عظیم الشان مقصد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے جس قدر بھی قربانیاں کرسکیں اُن سے کبھی دریغ نہ کریں۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ "جمہوریہ نمبر" مورخہ ۲۳ر مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۵-۶)

پاکستان کے پیچھے خدائی طاقت کارفرما ہے احمدی راتوں کو اُٹھیں اور اس کے لئے دعا کریں

۲۸ر دسمبر ۱۹۵۱ء کو خطبہ جمعہ کے دوران ارشاد فرمایا:-

"..... پاکستان کے بننے میں بھی خدائی طاقت کا دخل تھا ..... خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ خواہ کچھ کرلو یہ قوم اسلام کی دشمنی سے باز نہیں آئے گی اس لئے اس نے ایسی تدبیر کی اور ایسے جھگڑوں کے سامان پیدا کر دیئے کہ جن سے مسٹر محمد علی صاحب جناح جو بعد میں قائد اعظم کہلائے اُن کے دل میں یہ بات راسخ ہو گئی کہ ہندو مسلمانوں سے صلح پر تیار نہیں۔ چنانچہ مئی (۱۹۴۷ء) میں جاکر یہ بات کھل گئی کہ ہندوؤں سے صلح بیکار ہے۔

..... میں جب دہلی گیا تو اچھے اچھے ہندو جن کے متعلق میں یہ اُمید نہیں کرتا تھا کہ وہ اس قدر متعصب ہوں گے انہوں نے بھی تعصب سے کام لیا۔ ایک ہندو لیڈر کے پاس جن کا میں نام لینا نہیں چاہتا میں نے بعض ہندو بھجوائے اور انہیں کہا اُسے سمجھاؤ۔ جب وہ واپس آئے تو میں نے پوچھا اُس نے کیا کہا ہے؟ تو اُنہوں نے بتایا کہ جب ہم نے اس سے بات کی تو اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس سے میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اگر ہندو مسلمانوں سے مل بھی گئے اور انہوں نے صلح کرلی تب بھی کوئی فائدہ نہیں۔ اب دیکھ لو جو کچھ ہو رہا ہے اسے

Digitized by Khilafat Library
Rabwah

Digitized by Khilafat Library
Rabwah

دیکھ کر انسان حیران ہو جاتا ہے کہ اس سے زیادہ صلح کس طرح کی جائے۔ حقیقت یہی ہے جیسا کہ رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے ہندوؤں نے سینکڑوں مسلمانوں کو بالجبر ہندو بنا لیا ہے۔ اس سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن اس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ اگر مسلمان اس دھوکہ میں رہتے کہ ہندوؤں کو کچھ دے دلا کر راضی کر لیا جائے تو یہ نہایت خطرناک خیال تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور مسلمانوں کو وقت پر یہ سمجھ آ گئی کہ اگر وہ ہندوستان میں شامل رہے تو ان کا محفوظ رہنا مشکل ہے۔ پاکستان بننے سے مسلمان کچھ بچا ہے۔ میں "کچھ بچا ہے" اس لئے کہتا ہوں کہ بہت سے مسلمان ہندوستان میں ابھی بسے ہوئے ہیں۔ ہندو منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم پاکستان سے جنگ کرنا نہیں چاہتے لیکن اُن کے اخبارات میں بعض نظمیں میں نے پڑھی ہیں کہ ہم نے کوئٹہ تک جانا ہے۔ دشمن بے شک کچھ کہے لیکن ان کی اخبارات سے جو کچھ پتہ لگتا ہے اور انگریزی اخباروں سے بھی اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ امرتسر سے ہزاروں ہزار ہندو بھاگ گئے ہیں۔ بیشک یہ افراد کی حرکتیں ہیں لیکن ہمیں نظر آتا ہے کہ اگر مسلمانوں نے بے غیرتی کو چھوڑ دیا اور تفرقہ بازی سے کام نہ لیا جیسا کہ احراری اور دوسرے بعض مسلمان کر رہے ہیں اور اگر مسلم لیگ نے انہیں سر پر نہ چڑھائے رکھا تو جس خدا نے اُن کو پہلے مدد دی تھی وہ اب بھی انہیں نہیں چھوڑے گا۔ اگر انہوں نے ملک میں کوئی نیا فتنہ کھڑا نہ کیا تو خدا تعالیٰ یقیناً اس ملک کی مدد کریگا جس طرح اُس نے پہلے مدد کی۔ پہلی مدد کیسی زبردست تھی کہ کام کرنے والے لوگ ہندوستان چلے گئے، سارا سامان اور مال و دولت ہندوستان کے حصہ میں آ گئی، پاکستان کی فوجیں جو اسکے حصہ میں آئیں وہ ہزاروں میل ملک سے دور بیٹھی تھیں، خزانے خالی تھے اور مہاجرین کا سیلاب اُمڈا ہوا پاکستان کی طرف آ رہا تھا۔ اس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کوئی قوم اس قسم کے حالات سے نکل آئی ہو اور اُس نے حکومت کی ہو اور پھر ایسی حکومت کی ہو کہ دو چار سال میں وہ بیرونی دنیا میں مشہور ہو گئی ہو۔ میں نے تاریخ پر غور کیا ہے مجھے کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ اس قسم کے حالات میں کوئی قوم زندہ رہی ہو اور پھر اس نے نہ صرف حکومت کی ہو بلکہ تمام بیرونی دنیا میں مشہور ہو گئی ہو۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ خدا تعالیٰ نے انبیاءؑ کی جماعتوں کی بہت کم مدد کی ہے، وہ مدد جو خدا تعالیٰ نے انبیاءؑ اور انکی جماعتوں کی کی، وہ نہایت عالیشان تھی لیکن وہ دنیوی وجوہ پر نہیں تھی وہ دینی وجوہ پر تھی۔ غرض ایک دنیوی حکومت کا ان حالات میں بچ جانا جن سے پاکستان گزرا ہے پھر اس کا ترقی کرنا اور عزت حاصل کر لینا کوئی معمولی بات نہیں۔ پھر اس نے یہ ترقی تین چار سال میں کر لی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کتنا ہاتھ تھا۔

جماعت احمدیہ جن حالات سے گزر رہی ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدا تعالیٰ سے کس قدر تعلقات تھے۔ آپ تنہا تھے۔ پھر ہزاروں ہو گئے۔ پھر ہزاروں سے لاکھوں ہو گئے۔ پھر جس حالت میں جماعت چل رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت لاکھوں سے کروڑوں ہو جائیگی۔ یہ معجزے جن لوگوں کے کام نہیں آئے وہ یہی بات دیکھ لیں کہ اگر پاکستان طاقت کے زور سے بنتا تو یہ ناممکن تھا۔ لاکھوں آدمی مارا جا رہا تھا۔ گولہ بارود ہندوستان میں رہ گیا تھا، خزانہ خالی تھا، فوجیں باہر تھیں۔ ان حالات میں وہ کونسی طاقت تھی جس کے زور سے پاکستان بنا۔ روپیہ اُدھر تھا، سامانِ جنگ اُدھر تھا، کام کرنے والے اُدھر چلے گئے۔ دس بیس لاکھ کے قریب آدمی مارے گئے۔ یہ صرف خدائی طاقت تھی جس کی وجہ سے پاکستان کا رعب پڑ گیا۔ جب بھی ہندوستان نے کوئی ارادہ کیا خدا تعالیٰ نے اس پر رعب ڈال دیا اور اس نے کہا کہ اب نہیں پھر سہی۔ گو اب بھی سامان تھوڑے ہیں لیکن چار سال تک پاکستان کا قائم رہنا اور بیرونی دنیا میں اس کا مشہور ہو جانا اس میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ خدا تعالیٰ جس کی نصرت پر آتا ہے کوئی طاقت اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ پس اگر دنیوی امور میں وہ اس طرح مدد کرتا ہے تو وہ دینی باتوں میں کس طرح کی مدد کریگا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ جماعت میں دعاؤں کی طرف توجہ بہت کم ہو گئی ہے۔ دعاؤں کی ایک رسم پڑ گئی ہے لیکن دل میں اس کا کوئی اثر نہیں رہا۔ رسماً سب لوگ یہی کہیں گے ہمارے لئے دعا کرنا لیکن وہ یہ نہیں سمجھیں گے کہ وہ کس کو دعا کے لئے کہہ رہے ہیں اور وہ ان کے لئے دعا بھی کریگا یا نہیں۔ پھر اس کا ان کے اپنے دل پر کیا اثر ہے۔

پس راتوں کو اُٹھو۔ خدا تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور انکسار کرو۔ پھر یہی نہیں کہ خود دعا کرو بلکہ یہ دعا بھی کرو کہ ساری جماعت کو دعا کا ہتھیار مل جائے۔ ایک سپاہی جیت نہیں سکتا۔ جیتتی فوج ہی ہے۔ اسی طرح اگر ایک فرد دعا کریگا تو اس کا اتنا فائدہ نہیں ہوگا جتنا ایک جماعت کی دعا کا فائدہ ہوگا۔ تم خود بھی دعا کرو اور پھر ساری جماعت کے لئے بھی دعا کرو کہ خدا تعالیٰ انہیں دعا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہر احمدی کے دل میں یقین پیدا ہو جائے کہ دعا ایک کارگر وسیلہ ہے اور یہی ایک ذریعہ ہے جس سے کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ جماعت کے سب افراد میں ایک آگ سی لگ جائے۔ ہر احمدی اپنے گھر میں دعا کر رہا ہو۔ پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ کا فضل کس طرح نازل ہوتا ہے۔"
(روزنامہ الفضل لاہور مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۵۱ء صفحہ ۳-۴)

پاکستان اور اس کا مستقبل کے موضوع پر معلومات افروز لیکچر

یہ مضمون تشنہ رہے گا اگر اس کے آخر میں یہ ذکر نہ کیا جائے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے ہجرت کے بعد استحکام پاکستان کے سلسلہ میں "پاکستان اور اس کا مستقبل" کے زیر عنوان لاہور میں ۲؍دسمبر ۱۹۴۷ء سے لیکر ۱۷؍جنوری ۱۹۴۸ء تک چھ نہایت فاضلانہ اور پُر از معلومات لیکچر دیئے جن میں پاکستان کے مندرجہ ذیل اہم مسائل پر روشنی ڈالی:-

۱۔ پاکستان کا مستقبل، دفاع، زراعت اور صنعت کے لحاظ سے۔
۲۔ پاکستان کا مستقبل نباتی، زرعی اور حیوانی دولت کے لحاظ سے۔
۳۔ پاکستان کا مستقبل معنوی دولت کے لحاظ سے۔
۴۔ پاکستان کا مستقبل اس کی بری، فضائی اور بحری دفاعی طاقت کے لحاظ سے۔
۵۔ بحری طاقت اور سیاست کے لحاظ سے پاکستان کا دفاع۔
۶۔ پاکستان کا آئین۔

ان لیکچروں میں ملک کی عظیم شخصیتوں نے صدارت کے فرائض انجام دیئے، ملک کے اہل علم و دانش طبقہ نے انکو گہری دلچسپی سے سن کر زبردست خراج تحسین ادا کیا اور پریس نے نمایاں طور پر ان کے ملخص شائع کئے۔

اپنے ان تاریخی لیکچروں میں (جو آپ کی حیرت انگیز فہم و فراست کا شاہکار تھے اور جن کو تاریخ پاکستان میں ہمیشہ سنگ میل کی حیثیت حاصل رہے گی) آپ نے قبل از وقت جو قیمتی مشورے دیئے اور زرّیں راہنمائی فرمائی آج ستائیس برس بعد جبکہ ملکی حالات یکسر بدل چکے ہیں اور افکار و خیالات کی دنیا میں ایک زبردست انقلاب آ گیا ہے ان قیمتی مشوروں کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں۔

۱۹۴۷-۴۸ء کے ان لیکچروں میں حضور نے جو متعدد ہدایات اور مشورے اہل پاکستان کو دیئے ان میں سے بطور نمونہ صرف چند کا ذکر کرنا کافی ہوگا۔

۱۔ اخبار نوائے وقت ۴؍دسمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۵ پر لکھا ہے:-

"مرزا بشیر الدین نے پاکستان کی زرعی پوزیشن پر تبصرہ کرتے ہوئے بیکار زمینوں کو فوراً آباد کرنے پر زور دیا۔ آپ نے کہا لوہا کے علاوہ پاکستان کے پاس دوسری تمام معدنیات موجود ہیں جن سے پاکستان اپنی ضروریات بوجہ احسن پوری کر سکتا ہے۔ اگر کوشش کی جائے بلوچستان میں اتنا پٹرول مل سکتا ہے کہ وہ ایادان کو بھی مات کر دیگا۔ اسی طرح کوئلہ کی کانوں کے لئے جستجو اور تلاش جاری رکھی جائے تو پاکستان اپنی جملہ ضروریات کا خود کفیل ہو جائے گا۔ مرزا صاحب نے کہا کہ حکومت پاکستان کو جزائر لیک دیپ اور مالدیپ کا مطالبہ کرنا چاہیئے جہاں مسلم آبادی کی اکثریت ہے اس طرح پاکستان کو سالماتی قوت کے لئے ریسرچ بھی کرنا چاہیئے۔"

۲۔ اخبار "نظام" (۴؍دسمبر ۱۹۴۷ء) نے یہ خبر شائع کی:-

"حضرت مرزا بشیر الدین محمود نے فرمایا کہ مسئلہ کشمیر پاکستان کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ کشمیر کا ہندوستان میں جانے کا یہ مطلب ہے کہ پاکستان کو ہر سمت سے گھیر لیا جائے اور اس کی طاقت کو ہمیشہ زیر رکھا جائے۔"

۳۔ اخبار زمیندار (۱۰؍دسمبر ۱۹۴۷ء) نے آپ کی تقریر کا خلاصہ حسب ذیل الفاظ میں دیا:-

"پچاس سال کے بعد نہروں کے خراب ہو جانے کے باعث پاکستان کی زراعت کو سخت خطرہ ہے اور اس کے تدارک کے لئے سائنس کے اصولوں پر کام کرنے کے لئے اتنی دولت کی ضرورت ہے اور اتنے اخراجات کا احتمال ہے کہ بصورت موجودہ ہماری حکومت جن کی متحمل نہیں ہو سکتی لیکن بیرونی سلطنتوں خصوصاً امریکہ سے قرضہ لینا ہماری آزادی کیلئے زبردست خطرے کا باعث ہوگا۔ لہٰذا اس کا علاج صرف یہ ہے کہ بیرونی کمپنیوں کو پاکستان میں سرمایہ لگانے کی مشروط اجازت دی جائے۔ ان فرموں کو چالیس فیصدی حصے دیئے جائیں اور چالیس فیصدی حکومت پاکستان دے۔ باقی بیس فیصدی حصوں کے مالک پاکستان کے عوام ہوں۔ اس سلسلے میں فرموں سے یہ شرط

Digitized by Khilafat Library
Rabwah

بھی کی جائے کہ وہ ہمارے حصہ دار کو ساتھ ساتھ ٹریننگ دیں گے۔"

۴۔ اخبار الفضل نے ۱۴؍ دسمبر ۱۹۴۷ء اور ۱۱؍ جنوری ۱۹۴۸ء کے شماروں میں حضور کی مندرجہ ذیل تجاویز شائع کیں:۔

(الف) "مادری زبان میں تعلیم دی جائے۔ اس سلسلے میں مشرقی پاکستان پر زور نہ دیا جائے کہ وہ ضرور اردو کو ذریعہ تعلیم بنائے ورنہ وہ پاکستان سے علیحدہ ہو جائے گا۔"

(ب) "افغانستان میں گو ایک عنصر ایسا موجود ہے جس کی پاکستان کے بعض علاقوں پر نظر ہے لیکن وہاں کی رائے عامہ چونکہ ہمسایہ مسلمان ممالک سے ہمدردی اور تعلقات بڑھانے کے حق میں ہے اس لئے یہ عنصر سر دست پاکستان کی مخالفت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا البتہ انڈین یونین سے ضرور خطرہ ہے کیونکہ ایک تو اسے لفظ پاکستان پر ہی غصہ ہے، دوسرے مغربی پاکستان سے غیر مسلم قریباً نکل چکے ہیں لیکن ہندوستان میں ساڑھے چار کروڑ مسلمان باقی ہیں جنہیں انڈین یونین بطور یرغمالی استعمال کر سکتی ہے...... کانگرس نے پنجاب میں بھی اور سرحد میں بھی بعض لوگوں کے ساتھ سازباز کر لی ہے۔ یہ لوگ ایک تنظیم اور سکیم کے ماتحت آہستہ آہستہ پاکستان کو ضعف پہنچانے کی کوششیں شروع کر چکے ہیں۔ پاکستان کے عوام کو اور حکومت کو ان لوگوں سے خبردار رہنا چاہیئے۔"

(ج) "پاکستان کو اپنی طرف سے کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے جس سے اس کے ہندوستان سے تعلقات خراب ہوں۔ اسے اپنی طرف سے صلح کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے لیکن یہ صلح باعزت ہو نہ کہ ہتھیار ڈالنے کے مترادف۔"

(د) "برطانیہ اور امریکہ سے بھی خوشگوار تعلقات رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے لیکن ان کی چالوں سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔"

(ر) "روس کے متعلق امن پسندانہ رویہ رکھنا چاہیئے اور اپنی طرف سے کوئی وجہ اشتعال پیدا نہ ہونے دینی چاہیئے۔"

(س) "عرب ممالک سے زیادہ سے زیادہ دوستانہ تعلقات قائم کرنے چاہئیں۔"

(ص) "عراق اور شام کے ساتھ ریل کے ذریعے پاکستان کا اتصال قائم کرنا ضروری ہے تاکہ ضرورت پر ان ممالک کے ذریعے سامان آ سکے۔"

(ش) "برما اور سیلون کے مخصوص ملکی حالات اس قسم کے ہیں کہ ان کے ساتھ بہت آسانی سے گہرے سیاسی تعلقات قائم کئے جا سکتے ہیں اور یہ تعلقات مشرقی پاکستان کی مدد کیلئے بالخصوص بہت اہمیت رکھتے ہیں۔"

(مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ ۴۰۶ تا ۴۲۷)

اے کاش! حضرت مصلح موعودؓ کی مندرجہ بالا اہم تجاویز کو بروئے کار لایا جاتا تو آج پاکستان خدا کے فضل سے دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی صف اول میں شمار ہوتا اور اہل پاکستان جن کو رب کریم نے عظیم الشان تعمیری صلاحیتوں، استعدادوں اور قابلیتوں سے نوازا ہے اقوام عالم کی قیادت کے قابل بن جاتے تاہم پاکستان اپنی موجودہ شکل میں بھی (جبکہ اس سے مسلم بنگال عارضی طور پر علیحدہ ہو چکا ہے) حضرت مصلح موعودؓ کی مسلسل اور ناقابل فراموش خدمات کا زندہ و تابندہ نشان ہے جو انشاء اللہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی

حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:۔

"میں اسی خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرا نام دنیا میں ہمیشہ قائم رہے گا اور گو میں مر جاؤں گا میرا نام کبھی نہیں مٹے گا۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے جو آسمان پر ہو چکا کہ وہ میرے نام اور میرے کام کو دنیا میں قائم رکھے گا........ میں بھی ایک انسان ہوں مگر بعض انسان ایسے مقام پر کھڑے کر دیئے جاتے ہیں کہ گو ان کی لیڈری کی عمر تھوڑی ہو، گو ان کی جسمانی زندگی چند سال کی ہو مگر ان کے نام کی زندگی ہزاروں سال کی ہوتی ہے اور دنیا کے لوگ اگر کوشش کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی وہ ان کے نام کو مٹا نہیں سکتے........ اسی طرح خدا نے مجھے اس مقام پر کھڑا کیا ہے کہ خواہ مخالف مجھے کتنی بھی گالیاں دیں، مجھے کتنا بھی برا سمجھیں بہرحال دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کے بھی اختیار میں نہیں کہ وہ میرا نام اسلام کی تاریخ کے صفحات سے مٹا سکے۔ آج نہیں، آج سے چالیس پچاس بلکہ سو سال کے بعد تاریخ اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ صحیح کہا تھا یا غلط۔ میں بے شک اس وقت موجود نہیں ہوں گا مگر جب اسلام اور احمدیت کی اشاعت کی تاریخ لکھی جائے گی تو مسلمان مؤرخ اس بات پر مجبور ہو گا کہ وہ اس تاریخ میں میرا بھی ذکر کرے...... زمانہ بدل جائے گا، حالات بدل جائیں گے، حکومتیں بدل جائیں گی اور میں بھی اپنے وقت پر وفات پا کر اپنے خدا کے حضور حاضر ہو جاؤں گا مگر خدا تعالیٰ کی یہ بتلائی ہوئی بات کبھی نہیں بدلے گی۔"

(تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ برموقع جلسہ سالانہ ۱۹۶۱ء بتاریخ ۲۸؍ دسمبر منقول از رسالہ "روح پرور خطاب" صفحہ ۱۴ تا ۱۸۔ شائع کردہ مہتمم نشر و اشاعت نظارت اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ ربوہ)

امتحانات خدام الاحمدیہ ۸؍ جون کو منعقد ہو رہے ہیں!

درخواست ہائے دعا

۱۔ میرے والد محترم جناب ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے ایڈیٹر تفسیر القرآن (انگریزی) پر گزشتہ ماہ دل کا شدید حملہ ہوا تھا جس کی وجہ سے آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ احباب کرام دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ والد محترم کو جلد مکمل صحت عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

(منصور احمد ملک گوردوارہ سٹریٹ ذیلدار روڈ۔ اچھرہ۔ لاہور)

۲۔ مکرم شیخ بشیر احمد صاحب ولد مکرم شیخ امیر احمد صاحب نمبر ۳ کالونی دھرمپورہ لاہور چند روز سے درد گردہ کی وجہ سے بیمار ہیں احباب جماعت سے مکمل شفایابی کے لئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے

ملک منور احمد جاوید
قائد خدام الاحمدیہ ضلع لاہور

ضلع شیخوپورہ کی جماعتوں کا اجلاس

تمام امراء و صدر و معلم صاحبان ضلع شیخوپورہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ ضلعوار سہ ماہی اجلاس میں شرکت کے لئے یکم جون بروز اتوار (نہ کہ ۲؍ جون کو جیسا کہ پہلے غلطی سے ان کو لکھا گیا تھا) میری کوٹھی واقعہ ریلوے روڈ پر ۹½ بجے صبح تشریف لے آویں۔

(محمد انور حسین امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع شیخوپورہ)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴